مولانا ابوالکلام آزاد کی ادبی خدمات

ڈاکٹر ایس آر رحمت اللہ
جنرل سکریٹری، انجمن ترقی اردو، چیتور، آندھرا پردیش۔انڈیا

مولانا ابوالکلام آزاد ہندوستان کے ہی نہیں بلکہ ایشیاء کی ایک غیر معمولی شخصیت ہیں۔اور گردش روز وشب سے ان کے گونا گوں صفات زیادہ روشن اور واضح ہوتے رہے گے۔ وہ بیک وقت مصنف، مقرر، مفکر، فلسفی، ادیب اور مدیر ہیں اس کے علاوہ ہندوستان کی آزادی کے جاں باز سپاہی بھی۔ مولانا آزاد کی شخصیت اوران کے ادب کو سمجھنے کے لئے ایک ایسے شائستہ ذہن کی ضرورت ہے جو مولانا کے زمانے کے ساتھ ساتھ اپنے زمانے کو دیکھ رہو ہو اور اس دوران ان کی نگاہ جوہر شناس ادب کے مسلسل بدلتے ہوئے تیور پر ہو۔ اسلئے کہ ادب سیاست اور مذہب میں مولانا کا مقام اور مرتبہ قابل رشک ہے۔ خطابت وصحافت میں بھی ان کی قدر و قیمت ہے انہوں نے اپنے مضامین اور اداریوں سے قارئین کے دلوں میں ہلچل پیدا کی۔ انہوں نے جدید تعلیم، سائنس اور ٹکنالوجی ہی نہیں بلکہ ملک کی تہذیب وثقافت کو فروغ دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی۔ مولانا آزاد کے بیدار ذہین، شعلہ بار دہن اور جوہر بار قلم نے انہیں بہت جلد ہر طرف مشہور و مقبول بنا دیا۔تحریک آزادی سے وابستگی اور ملک کی آزادی کو اپنی زندگی کا سب سے اہم مقصد سمجھنا بھی مولانا کی شہرت ومقبولیت کے اسباب ہیں۔

ہندوستان کی تحریک آزادی کو تقویت پہنچانے کے لئے مولانا آزاد نے دو رسالے 'الہلال' اور 'البلاغ' جاری کیے۔ ان رسالوں میں شائع ہونے والے مولانا کے اداریوں اور مضامین سے سارے ملک میں تہلکہ مچ جاتا تھا اور انگریزوں کا ایوان حکومت لرزنے لگتا تھا اسی لیے اکثر رسالے کی ضمانت ضبط ہو جاتی تھی۔ تاہم مولانا کے پائے استقلال میں کبھی لرزش نہیں آئی۔ مولانا آزاد کی صحافت کو ان کے علم وفضل نے نکھارا تھا۔۱۹۰۴ء میں مولانا آزاد اپنا اخبار 'لسان الصدق' نکالتے تھے۔ یہی زمانہ تھا کہ مولانا حالؔی سے ان کی ملاقات ہوئی جنہیں مولانا کی کمسنی کی وجہ سے یقین نہیں آیا کہ وہ اس اچھے اخبار کے مدیر ہیں۔ اس سنہ میں مولانا کی ملاقات علامہ سیل سے ہوئی تو دہی کے اٹھے کہ مولانا کے صاجبزادے سے جو گفتگو میں مولانا سے نہیں۔ دراصل مواج کی صحافت کا سلسلہ اس سے قبل ۱۸۹۹ء میں شروع ہو چکا تھا۔ مولانا آزاد نے نیرنگ عالم تحفۂ محمد یہ کلکتہ وکیل امرت سر اور اخبار دارالسلطنت کلکتہ کی ادارت کے فرائض بھی انجام دیئے تھے۔۱۹۱۲ء میں جاری کردہ مولانا آزاد کا اخبار الہلال اپنی قوم اور اپنے ہم وطنوں کے لیے ایک نئی آواز نئی دعوت اور نئے پیغام کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس اخبار کے ذریعہ انہوں نے حق گوئی اور راست گفتاری کی ایسی مثال قائم کی کہ جس کو صحافت کی تاریخ میں بالکل نئی چیز کہنا چاہئے۔ اس اخبار نے بالخصوص مسلمان جاگیرداروں کے مذہبی اور سیاسی افکار میں انقلاب برپا کیا۔ مولانا کی تحریروں سے متاثر عظیم شخصیتوں میں مولانا محمود الحسن، مولانا محمد علی، حکیم اجمل خاں، حسرت موہانی اور ڈاکٹر ذاکر حسین شامل ہیں۔ مولانا آزاد کا کمال یہ ہے کہ انہوں نے صحافت کی سرحدوں کو ادب سے ملا دیا۔ الہلال اور البلاغ میں ایک طرف عمر خیام اور غالب پر لکھا گیا ہے۔ تو دوسری طرف فاطمہ بنت عبداللہ محرم الحرام علی گڑھ کی سرگرمیوں، مسلم لیگ اور کانگریس کے جھگڑوں پر بھی مولانا نے اپنے قلم کو جنبش دی ہے۔ الہلال اسلوب خیالات اور طرز نگر کے اعتبار سے جدید ہے۔ اس اخبار میں شائع ہونے والے مولانا کے مضامین کے جملے طویل ہونے کے باوجود ان میں ربط وتسلسل باقی رہتا تھا اور عبارت بے جھول ہوتی تھی۔ عربی وفارسی الفاظ کی کثرت سے زور بیان میں اضافہ کرتے تھے علمی اور فلسفیانہ اصطلاحات کا استعمال قدم قدم پر نظر آتا ہے۔ علمیت اور مولانا کی شخصیت ایک تھے جس کا اظہار ان کی تحریروں میں ہوتا رہا۔

۱۹۱۵ء میں مولانا آزاد نے البلاغ جاری کیا۔انداز واسلوب کے پیش نظر دونوں کوایک جیسا کہا جاسکتا ہے۔عربی آیتوں اور فارسی اشعار نے دونوں کو گراں بار کردیا ہے جو حالات کا تقاضہ اور مولانا کے علم وفضل کا نتیجہ ہے۔الہلال اور البلاغ کی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے ڈاکٹر سید عابد حسین نے کہا تھا کہ مسلمانوں کے مردہ دلوں میں زندگی کی روح پھونکنے کا کام اقبال کے بانگ درا محمد علی کے نعرہ تکبیر اور ابوالکلام کے رجز حریت نے انجام دیا۔مولانا کا خطاب اولاً مسلمانوں سے ثانیا ہندوستانیوں سے اور ثالثاً سب انسانوں سے ہے۔بقول خلیل الرحمٰن اعظمی:

''تنقید کے نام سے رام بابو سکسینہ اور مولوی عبدالحق سے لے کر شیخ محمد اکرام اور حسن عسکری تک نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اردو میں مصنوعی اور کتابی زبان کو رواج دینے میں مولانا کا بڑا ہاتھ ہے اور انہوں نے اپنے طرز تحریر سے اردو نثر کو اس عہد سے بھی پیچھے دھکیل دیا ہے جہاں وہ سرسید سے پہلے تھی۔اردو کے بعض تنقید نگاروں نے مولانا کے الہلال اور البلاغ کے مضامین کی مقبولیت کا راز ان کی جذباتیت اور پر جوش بلند آہنگ صحافت نگاری بتایا ہے۔"(علی جواد زیدی (مرتب)انوار ابوالکلام ص ۸۵،۸۶)

مولانا آزاد نے الفاظ کی مدد سے نثری شاعری کی ہے وہ لفظوں کو اچھی طرح پرکھتے تھے اور ہر لفظ کو موزوں ومناسب جگہ استعمال کرتے تھے۔مولانا کی ابتدائی نثر میں اس عہد کی سیاست کے تمام تیور نظر آتے ہیں۔فقروں میں شان وشوکت ہے الفاظ میں شور اور ہنگامہ تو جملے آتش کدے ہیں تاہم یہ شاندار اور پر شکوہ نثر الہلال اور البلاغ تک محدود رہی۔غبار خاطر اور کاروان خیال کے اسلوب پر دیگر خارجی اثرات مرتب ہوئے۔اس اسلوب نے ارتقائی منزلیں طے کیں۔لہذا اس میں ادب اور لطافت کی گلکاریاں سب سے جدا ہیں۔ترجمان القرآن کے مقدمہ کی سادگی و پرکاری کا اردو ادب میں غالباً جواب نہیں ملتا۔

غبار خاطر مولانا آزاد کے خطوط کا مجموعہ ہے جو انہوں نے احمد نگر کی جیل میں اپنے دوست مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی کے نام لکھے مگر بھیج نہیں پائے۔ یہ مکاتیب طرز تحریر کے اعتبار سے منفرد ہیں۔شاید اسی لئے انہیں انشائیوں سے بھی موسوم کیا گیا۔ان خطوط کی انفرادیت یہ بھی ہے کہ مولانا نے یہ خطوط کہیں افسانوی انداز میں تو کہیں شعری اور علمی انداز میں لکھے و نیز سادہ وسلیس طرز تحریر کی جھلکیاں بھی مل جاتی ہیں۔اس مجموعہ کی امتیازی خصوصیت ان کی تازگی ہے۔ ادبی اور فنی نقطہ نظر سے غبار خاطر کو مولانا آزاد کی سب سے اہم کتاب کہنا چاہئے۔خلیل الرحمٰن اعظمی غبار خاطر کے لیے تخلیق کا لفظ استعمال کرنے پر زور دیتے ہیں۔ان کی نظر میں مولانا کے دوسرے کارنامے تصنیف کی حیثیت رکھتے ہیں۔ان کے الفاظ میں:

غبار خاطر کا ابوالکلام محض پیغام بر خطیب یا داعی حق نہیں ہے اس کی شخصیت کا شاعر فلسفی مصور اور مغنی بیدار ہوکر ایک اکائی میں تبدیل ہوجاتا ہے۔

مولانا آزاد کے مجموعہ مکاتیب ''غبار خاطر'' کو ان کا آخری ادبی کارنامہ قرار دیتے ہوئے ایک طرف سینے سے لگالیا تو دوسری طرف ان کی قدر وقیمت پر شک بھی کیا گیا۔مولانا کی عظمت کے قائل ڈاکٹر سید عبداللہ نے غبار خاطر کو ان کی اچھی درجے کی تصنیف ماننے سے ہے انکار کرتے ہوئے کہا کہ غبار خاطر میں ابوالکلام کا قلم بیمار اور بوڑھا نظر آتا ہے۔مکتوب الیہ فرضی ہے اور خطوط میں اکثر بحثیں بھی فرضی ہیں اس کی سلیس وسادہ نثر مولانا کی اصل فطرت کے برعکس ہے۔بقول پروفیسر سلیمان اطہر جاوید:

''غبار خاطر ایک بار پھر عرض کردوں،خطوط ہوں کہ نہ ہوں اردو کے اسالیب میں آپ اپنی مثال اسلوب کا دلکش،دلآویز دلفریب اور دل آور نمونہ ہے۔ مولانا آزاد نے ان صفحات میں کیا کہا ہے وہ بھی اپنی جگہ اہم ہے۔بہت اہم۔زندگی کے کئی مسائل اور موضوعات فلسفے کی موشگافیاں، تصوف کی باریکیاں، معاشرت کی الجھنیں قدرت کے الطاف واکرام فطرت کی مہربانیاں،شعر وادب کی لطافتیں اور ایسے کئی مسائل۔''

(پروفیسر سلیمان اطہر جاوید:ادب کا بدلتا مزاج:ص ۸۸)

مولانا آزاد کا شمار اردو کے زبردست انشاء پردازوں میں ہوتا ہے۔مختلف اسالیب پر وہ غیر معمولی قدرت رکھتے تھے اور ان کا انداز بیان پر تاثیر ہے۔ آزاد کے نثری کارناموں کو ہمارے بڑے انشاء پردازوں نے بھی بہت سراہا ہے۔مہدی افادی نے اپنے ایک نجی خط میں لکھا تھا کہ:

''اپنی زندگی میں اگر مجھے کسی پر رشک آتا ہے تو مہ جبین رانچی پر'' اور سجاد انصاری نے تو یہاں تک کہہ دیا تھا کہ:''اگر قرآن اردو زبان میں اترتا تو ابوالکلام کی نثر

میں ہوتا۔''

غبار خاطر کے دل موہ لینے والے اسلوب کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیں:

''جس قید خانے میں صبح ہر روز مسکراتی ہو، جہاں شام ہر روز پردۂ شب میں چھپ جاتی ہو جس کی راتیں ستاروں کی قندیلوں سے جگمگانے لگتی ہوں۔ کبھی چاندنی کی حسن افروزیوں سے جہاں تاب رہتی ہوں جہاں دوپہر ہر روز چمکے، شفق ہر روز نکھرے پرند ہر روز چہکیں۔ اسے قید خانہ میں اتنی ساری چیزیں ہونے پر اسے سامانوں سے خالی کیوں سمجھ لیا جائے۔

مذہبی اثر نے مولانا کی زندگی میں قرآن پاک کی تلاوت اور اس کے معنی کو حقیقیت کا روپ دیا۔ نتیجتاً انہوں نے اپنے ہفت روزہ الہلال میں کلام پاک کی تفسیر کا سلسلہ شروع کیا۔ مولانا کو جب رانچی میں قید کرلیا گیا تو وہاں انہوں نے اسے مکمل کرنا چاہا وہ تقریباً پورا کرالیا تھا کہ ان کا یہ سرمایہ ضائع ہو گیا لیکن مولانا نے اس کو دوبارہ شروع کیا اور اٹھارہ پاروں کی تفسیر ختم کر دیا جسے ترجمان القرآن کے نام سے مقبولیت حاصل ہوئی۔ مولانا نے اس میں مختلف انداز سے قرآن پاک کے معنی اور مفہوم کی وضاحت کی ہے۔ پروفیسر سلیمان اطہر جاوید لکھتے ہیں:

''ترجمان القرآن میں مولانا کے اسلوب ان کی انشاء پردازی کا رنگ اور ہی کچھ ہے۔''

(ادب کا بدلتا مزاج: ص ۸۷)

ایک اور جگہ لکھتے ہیں:

گویا قرآن حکیم کی برکتیں مولانا آزاد کے اسلوب پر سایہ فگن رہیں۔ یہاں مولانا نے غالباً اس نقطہ کو ملحوظ رکھا کہ یہ اردو والوں کے لیے ہے۔''

(ادب کا بدلتا مزاج: ص ۸۸)

مولانا نے اپنے خاندانی حالات لکھنے کا سلسلہ شروع کیا تو اس کا نام تذکرہ رکھا۔ دراصل مولانا نے اپنے پرانے ساتھی اور عقیدت مند فضل الدین صاحب کے اصرار پر اپنے خاندان کے اجداد کی تفصیلات رقم کر کے انہیں بھیجتے رہے۔ فضل الدین نے ''تذکرہ'' کی پہلی جلد شائع کی تھی کہ دوسری جلدوں کے مسودے ضائع ہو گئے۔ تذکرہ اس لئے بھی مولانا کی اہم تصنیف ہے کہ اس میں انہوں نے خود اپنی پیدائش اور ابتدائی حالات پر روشنی ڈالی ہے۔ پروفیسر محمد مجیب نے فرمایا ہے کہ:

تذکرہ مولانا کے طرز فکر کی وضاحت کرتا ہے دنیز ان کے زور بیان ان کی اشاریت، ان کی اردو زبان کے زمین و آسمان کی خداوندی کو بھی واضح کرتا ہے۔''

مولانا آزاد کا ادبی ذوق نکھرا اور شعری نداق اعلیٰ ہے اس کا اندازہ ان کی تصانیف سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔ پروفیسر سلیمان اطہر جاوید نے مولانا آزاد کی ادبی خدمات کا احاطہ کیا خوب کیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا کا اشہبِ قلم، صحافت، خطابت خودنوشت اور مذہبیات سے ہوتا ہوا ادب کے مہکتے مہکتے اور رنگوں سے دمکتے خیاباں میں داخل ہوتا ہے۔''

(ادب کا بدلتا مزاج: ص ۸۸)

دراصل مولانا کی علمی وادبی شخصیت مارکس، لینن اور جواہر لال نہرو کی طرح ان کی سیاسی شخصیت کے نیچے دب کر رہ گئی ہے۔ لیکن یہ بھی سچ ہے کہ مولانا کی ادبی شخصیت کوئی نہ کوئی بہانہ ڈھونڈ کر اپنے ہزار ہا رنگوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتی ہے تو اس کے گہرے سمندر میں ان کی سیاسی شخصیت ڈوب جاتی ہے۔

☆☆☆